حدیث نبوی

اور

نیچری و عیسائی

(مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم)

(سلسلہ کے لئے دیکھئے رحیق مارچ ۵۷ء)

(آخری قسط)

مولانا بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تحقیقی مقالہ جناب سید احمد خاں صاحب بانی علی گڈھ یونیورسٹی کے ایک مضمون "اقسامِ حدیث" پر تنقید ہے، جو سید صاحب موصوف نے اپنے رسالہ تہذیب الاخلاق عدد ۲۰ جلد ۲ مجریہ یکم ذی الحجہ میں لکھا تھا۔ بعدہٗ ان کے مجموعہ مضامین تہذیب الاخلاق کی دوسری جلد کے صفحات ۱۴۲ تا ۱۸۰ میں بھی چھپ چکا ہے۔

ہماری رائے میں حدیث شریف کو مشکوک اور ناقابلِ اعتماد بنانے کے لئے یہی وہ بیج ہے جس نے بعد میں فتنہ انکار حدیث کے کڑوے درخت کی شکل اختیار کرلی ——!

علم برداران فتنہ انکار حدیث کے علاوہ ایک گروہ ایسا بھی ہے، جو کھل کر حدیث کا انکار نہیں کرتا۔ جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ایسے لوگوں کو ایسے مقاصد کے لئے خود کبھی حدیث کا استعمال ناگزیر ہوتا ہے قطع نظر اس سے کہ وہ کس درجہ کی ہے ——!

مگر تہذیب الاخلاق کے اس مضمون سے انہوں نے ایسے "تحقیق نما" اصول اخذ کرلئے ہیں جن کی آڑ لے کر ہر ثابت شدہ اور محقق حدیث کو مسترد کردیتے ہیں ——!

چنانچہ مرزائے قادیانی نے جب سرسید کی تقلید میں ان "اصول" کی بنا پر بہت سی احادیث صحیحہ کو مسترد کیا۔ تو سب سے پہلے مولانا بٹالوی ؒ نے اس پر گرفت کی (جس کی تفصیل اشاعۃ السنہ نمبر جلد ۱۳ اور پوری جلد ۱۴ میں ہے) اور دلائل و شواہد سے اس امر کا ثبوت دینے کے بعد کہ مرزا صاحب نے حدیث صحیح کو رد کردینے کے یہ "اصول"

سر سید سے اخذ کئے ہیں — مولانا مرحوم لکھتے ہیں۔

"یہ احادیث صحیحہ کو ظنیت و مخالفت قرآن کے بہانہ سے رد کرنے میں قادیانی کے سرسید کی شاگردی کا ثبوت ہے"

(حاشیہ اشاعۃ السنہ ص ۱۷۶ عدد ۶ جلد ۱۴ مجریہ ۱۸۹۹ھ)

خوانندگان محترم کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ جناب سرسید احمد خاں صاحب کی تقلید اور معنوی شاگردی میں مرزا صاحب منفرد نہیں رہے بلکہ بعض دوسرے لوگ بھی اسی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں، مثلاً مولوی محمد علی لاہوری (مرزائی) (دیکھئے ان کی کتابیں مقام حدیث ص ۷۶ تا ص ۱ مسیح موعود ص ۱۲ تا ۴۲) مولانا مودودی صاحب (تفہیمات ص ۲۹ تا ص ۱۴۹ جلد ۱) مولانا محمد حنیف ندوی (دیکھئے ان کی تصنیف مسئلہ اجتہاد ص ۹۲ تا ص ۹۹ شائع کردہ ادارہ ثقافت اسلامیہ) وغیرہم

لطف یہ ہے کہ سرسید سے ان خوشہ چینی کرنے والے حضرات میں سے ہر صاحب نے ناواقفوں کو یہی باور کرانا اور اپنے علم سے مرعوب کرنا چاہا ہے کہ "ریسرچ" کی یہ دور کی کوڑی وہی لایا ہے حالانکہ جاننے والے جانتے ہیں کہ تھوڑے بہت اختلاف اور اجمال و تفصیل کے فرق کے ساتھ تولی کبرہ (سرسید) سے لیکر آخری بزرگ تک حدیث پاک میں شک پیدا کرنے میں ایک ہی روح کام کر رہی ہے، وہی تکنیک، وہی مغالطے وہی "طرز استدلال"، وہی شواذ و نوادر کے جنود جہز و مہر —!

مولانا بٹالوی کے اس پورے مقالے کے مطالعے سے معلوم ہوگا کہ آپ نے نہایت خوبی سے ان مغالطات کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے ہیں، جو ان اکابر و اصاغر کی تقلیدی تحریروں میں موجود ہیں اور ثابت کر دیا ہے کہ ایسے اختراعی اور ابتداعی اصول کو صحت حدیث کا معیار ٹھہرانا اہل حدیث کا مسلک تو کسی صورت نہیں۔

اس پر تھوڑی سی بحث اکتوبر کے شمارے میں ہو چکی ہے ممکن ہے کسی دوسرے موقع پر اس کی تفصیل بھی کچھ ہو سکے۔ بیدہ التوفیق۔

ہمیں افسوس ہے کہ بعض ناگزیر وجوہ کے باعث اس مقالہ کی آخری قسط کافی وقفے سے شائع ہو رہی ہے اس کے لئے ہم ناظرین سے معذرت خواہ ہیں اگرچہ اپنی جگہ پر یہ قسط مستقل حیثیت رکھتی ہے۔ (رحیق)

چوتھا اعتراض | اہل نیچر کا مرکب اعتراض ہے جو کئی اعتراضوں پر مشتمل ہے۔ اہل نیچر نے کئی ضعیف حدیثیں مثلاً موقوف (صحابی کا قول یا فعل جو ان کی رائے و اجتہاد پر مبنی ہو) مقطوع (ایسے ہی تابعیوں کے افعال و اقوال) منقطع، معلق، معضل (جن کے معنی ہم بیان کر چکے ہیں) مدلس (جس کی تفسیر ہو چکی ہے) مضطرب (اس نام کی حدیث

تو کوئی دیکھی نہ سنی شاید ان کی مراد اس سے مضطرب حدیث ہو جو مختلف الفاظ یا سند سے ہو جن کی آپس میں تطبیق یا ایک کی دوسری پر ترجیح ممکن نہ ہو اور مدرج (جو راوی نے الفاظ حدیث میں اپنی طرف سے کوئی لفظ ملا دیا ہو) کو ذکر کر کے کہا ہے کہ علاوہ اس کے بھی اور بہت سی قسمیں حدیثوں کی ہیں جو اعتبار اور درجہ رواۃ اور مضمون حدیث وغیرہ سے علاقہ رکھتی ہیں مگر ہم ان کا اس مقام پر ذکر کرنا نہیں چاہتے کیونکہ باقی اقسام حدیثوں کے جن میں کچھ نقصان ہے وہ تو ناقص اور نامعتبر ہی ہیں ہم ان حدیثوں پر بحث کرنی چاہتے ہیں جن میں اسی قسم کا نقصان نہیں ہے اور پھر ان پر اس بات کا شبہ ہے کہ آیا درحقیقت وہ حدیث رسول مقبول صلعم کی ہے یا نہیں پس یہ بارہ قسمیں احادیث صحیح[1] کی جو ہم نے بیان کی ہیں ایسی ہی ہیں کہ ہر عاقل شخص یہ بات کہے گا کہ ان میں سے حدیث نبوی ہونا بھی ممکن ہے۔ الا ان میں کسی کا بھی بالیقین حدیث نبوی ہونا ثابت نہیں ہے

جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ ان روائتوں کو محدثین آنحضرت کی صحیح حدیثیں نہیں سمجھتے اور عموماً ان سب کو احادیث مردودہ سے شمار کرتے ہیں، چنانچہ چھوٹی بڑی کتب اصول حدیث اس پر شاہد ہیں۔ ایک دو تین ورق کا رسالہ اصول حدیث مؤلفہ طیبی[2] جامع ترمذی مطبوعہ دہلی کے اول میں ملحق ہے۔ اس میں مقطوع و موقوف کو اقسام ضعیف[3] سے شمار کیا ہے۔ اور شرح نخبۃ الفکر میں کہا ہے۔

ثم المردود اما ان یکون لسقط او طعن فالسقط اما ان یکون فی مبادی السند من مصنف او فی آخرہ بعد التابعی او غیر ذلک فالاول المعلق والثانی المرسل والثالث ان کان باثنین فصاعدا مع التوالی

کہ مردود حدیث یا تو اسناد سے راوی ساقط ہو جانے کے سبب سے مردود سمجھی جاتی ہے۔ اور یا کسی وجہ سے مطعون ہونے کے سبب۔ سقوط راوی اول سند میں ہوتا ہے یا اس کے اخیر میں تابعی سے اوپر یا اور محل پر پہلی کو معلق کہتے ہیں دوسری کو مرسل تیسری میں اگر لگاتار

---

[1] ان سب حدیث کو صحیح کہنا محض کذب ہے کوئی محدث، منقطع، معضل وغیرہ احادیث کو جن کا حال اس اعتراض کے جواب میں بیان ہوا ہے صحیح نہیں جانتا۔ معترض نے دنیا و آخرت کا خوف اٹھا کر بغرض الزام اہل اسلام ان احادیث کو صحیح کہا ہے (حاشیہ از مولانا رح)

[2] یہ رسالہ علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ المتوفی ۷۴۳ھ کے رسالہ خلاصہ فی اصول الحدیث کی تلخیص ہے، جو علامہ سید شریف جرجانی ۸۱۶ھ کی طرف منسوب ہے (منہج الوصول ص ۲۰۹) (حقیق)

[3] موقوف کو احادیث ضعیفہ میں شمار کرنا علامہ طیبی کا تسامح ہے (ظفر الامانی ص ۱۲۴) (حقیق)

فهو المعضل والا فالمنقطع - ثم السقط
قد يكون واضحاً او خفياً فالاول يدرك
بعدم التلاقي والثاني المدلس ويرد
بصيغة تحتمل اللقي كعن وقال وكذا
المرسل الخفي عن معاصر لم يلق۔
ثم الطعن اما ان يكون لكذب الراوي
او تهمته بذلك او فحش غلطه او غفلته
او فسقه او وهمه او مخالفته او جهالته
او بدعته او سوء حفظه۔ فالاول
الموضوع والثاني المتروك والثالث المنكر
على راي وكذا الرابع والخامس ثم المخالفة
ان كانت بتغيير السياق فهو مدرج
الاسناد او بدمج موقوف بمرفوع
فمدرج المتن او بتقديم وتاخير
فالمقلوب او بزيادة راوٍ فالمزيد في
متصل الاسانيد او بابداله ولا
مرجح فالمضطرب انتهى۔

دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں تو وہ معضل کہلاتی ہے ورنہ منقطع۔ پھر یہ سقوط راوی کہیں واضح ہوتا ہے کہیں پوشیدہ۔ قسم اول راوی کی ملاقات نہ ہونے سے معلوم ہو جاتا ہے دوسرے قسم کی انقطاع والی حدیث مدلس کہلاتی ہے جو ایسے لفظ سے وارد ہو کہ ملاقات کا وہم ڈالے جیسے لفظ عن اور قال ہے ایسی ہی مرسل خفی ہوتی ہے جو ہمعصر غیر ملاقاتی سے روایت ہو پھر مطعون ہونا یا تو راوی کے کذب یا تہمت کذب کے سبب سے ہوتا ہے یا شحت غلطی یا غفلت یا فاسق ہونے یا وہمی ہونے یا ثقہ راویوں کی مخالفت کرنے یا مجہول الحال ہونے وغیرہ وغیرہ اسباب سے ہوتا ہے حدیث قسم اول موضوع کہلاتی ہے دوسری متروک تیسری چوتھی وغیرہ منکر۔ پھر ثقہ راویوں کے مخالف روائی اسناد میں ہو تو وہ مدرج الاسناد کہلاتی ہے اور اگر متن میں مرفوع کے ساتھ موقوف ملا دینے سے ہے تو مدرج المتن ہے اور تقدیم و تاخیر الفاظ سے ہے تو وہ مقلوب ہے اور اگر راوی کے بڑھا دینے سے ہے تو وہ مزید فی متصل الاسانید کہلاتی ہے اور تبدیل الفاظ سے ہے اور وہاں کسی لفظ کو ترجیح نہیں ہو سکتی تو وہ مضطرب کہلاتی ہے

پھر ان احادیث کو احادیث نبوی سمجھنے کا الزام کس پر ہے معترض نے ان ضعاف روایات کو احادیث صحیحہ ٹھہرا کر عام ناواقف مسلمانوں کو یہ دھوکہ دیا ہے کہ جن احادیث کو محدثین یا اور اسلامیین احادیث صحیحہ نبویہ سمجھتے ہیں ان میں اس قسم کی احادیث بھی داخل ہیں جو حدیث نبوی نہیں ہو سکتیں۔ لہذا مجموعہ احادیث کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور آیۃ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ کو پیش نظر رکھ کر یہ خیال نہ کیا کہ ان احادیث کو تو محدثین وغیرہم علمائے اسلام میں لائق اعتبار نہیں سمجھا جاتا ہے پھر ان احادیث کے سبب

احادیث صحیحہ کی بے اعتباری کیونکر ثابت ہو سکتی ہے۔ ان اعتراضات کے بعد معترض نے ایک اور دام تزویر پھیلایا اور یہ بتایا ہے کہ جب کہ مجموعہ احادیث کا یہ حال ہے تو صحیح حدیثوں کو غیر صحیح سے جدا کرنے کے لئے کوئی قانون مقرر کرنا ضروری ہے وہ قانون ایسا ہے جس میں صرف وہ حدیثیں جن کو حضرات نیچری اپنے نیچر کے متابعت میں کام میں لاتے ہیں صحیح ہوں۔ باقی سب کا فور اور دریا برد ہیں ———!

چنانچہ کلام سابق کے متصل معترض نے کہا ہے۔

علمائے متقدمین نے جو کچھ رائے اس کی۔ (یعنی احادیث مذکور کو احادیث صحیحہ نبویہ قرار دینے کی نسبت قائم کی ہے وہ صرف ان کی رائے ہے۔ کوئی حدیث یا حکم من جانب شارع اس پر نہیں ہے پس ہمارا بھی یہی مقصود ہے کہ جہانتک ممکن ہے ہم بھی ان راویوں اور بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھیں اور ہمیشہ دل سے حسن ظن ان کی طرف رکھیں مگر ایسا کرنے میں بالکل اندھے نہ ہو جاویں اور خود کچھ بھی خیال نہ کریں بلکہ ہمارا غرض ہے کہ ہم ان حدیثوں کے حدیث نبوی ٹھہرانے کے لئے کوئی عمدہ اصول قرار دیں پس وہ اصول یہ ہیں

(۱) ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ آیا وہ حدیث احکام قرآن مجید کے برخلاف ہے یا نہیں اگر ہو تو ہم کو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ حدیث نبوی نہیں ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث سماع موتی کی حدیث نبوی ہونے سے بسبب مخالفت قرآن کے انکار کیا باوجودیکہ صحابی اس کے راوی تھے اور نہایت قلیل زمانہ عہد و برکت عہد رسول مقبول صلعم سے گذرا تھا۔

(۲) اس حدیث میں اشیاء موجودہ میں سے کسی شئے حقیقت الہام سے بطور واقع کے بیان کی ہو نہ بطور عرف عام کے اور وہ بیان درحقیقت اس موجودہ شئے کی حقیقت کے برخلاف ہو تو وہ حدیث نبوی نہیں ہے۔

(۳) اس حدیث میں کوئی ایسا واقعہ بیان ہو جو تاریخ سے علاقہ رکھتا ہے اور تاریخ سے ثابت ہو کہ وہ واقعہ صحیح نہیں ہے تو ہم اس حدیث کو حدیث نبوی تسلیم نہیں کرنے کے۔

---

[1] ان ہی واقعات ادبیہ و شاذہ کو اس "موضوع" پر صاحب سیرۃ النعمان ص۱۸۵ اور مولانا محمد حنیف ندوی نے مسئلہ اجتہاد ص۹۳ میں پیش کیا ہے۔ تشابہت قلوبہم (رحیق)

(۴) اس حدیث میں ایسا واقعہ حسی بیان کیا گیا ہو کہ اگر وہ واقعہ ہوتا تو ہزاروں آدمی اس کو دیکھتے مگر اس کا ہونا صرف اسی حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں تو اس حدیث کو بھی ہم حدیث نبوی نہیں قرار دینے کے۔

(۵) اس حدیث میں ایسی بات ہو جو تمام لوگوں سے علاقہ رکھتی ہو اور جس کا جاننا سب کو ضرور تھا مگر اس سے صرف اسی حدیث کے راوی واقف تھے نہ اور کوئی تو وہ حدیث بھی حدیث نبوی نہیں ہو سکتی۔

(۶) اس حدیث میں کوئی بات برخلاف ان احکام اور اصول مذہب اسلام کے ہو جو معتبر حدیثوں سے ثابت ہو چکی ہیں تو اس حدیث کو بھی حدیث نبوی نہیں قرار دے سکتے۔

(۷) اس حدیث میں ایسے عجائبات بیان ہوئے ہیں جن کو عقل تسلیم نہ کرتی ہو اور جب تک کہ ان کا الہام سے بیان ہونا نہ ثابت ہو تو وہ تسلیم کرنے کے لائق نہ ہوں۔ پس جب کہ ایسے عجائبات اس قسم کی حدیثوں میں مذکور ہوں جن کا اوپر ذکر ہوا تو ان حدیثوں کو بھی حدیثِ نبوی میں داخل نہیں کر سکتے اس لئے کہ بہ سبب ان نقصوں اور احتمالوں کے جو اس قسم کی حدیثوں میں ہیں اور جن کا اوپر بیان ہوا۔ ان عجائبات کا الہام سے بیان ہونا اور جناب رسول خدا صلعم کا ان عجائبات کو بیان کرنا ثابت نہیں ہوتا اور جب کہ ان کا الہام سے بیان ہونا ثابت نہیں ہے تو اس حدیث کو جس میں وہ عجائبات ہیں حدیث نبوی بھی نہیں قرار دے سکتے۔ اسی قسم میں وہ حدیثیں بھی داخل ہیں جن میں تھوڑے سے عمل پر بڑے بڑے ثوابوں کا اور جنت میں محلوں کے بننے کا یا ادنیٰ سے گناہ میں سخت سخت عذابوں کا ذکر ہوا ہے۔ اقسام مذکورہ بالا کی حدیثیں تمام کتب احادیث میں یہاں تک کہ بخاری و مسلم میں بھی موجود ہیں۔ پس ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ اسی قدر کہتے ہیں کہ اس قسم کی حدیثوں میں سے کسی حدیث کو صرف اس وجہ سے کہ فلاں حدیث کی کتاب میں مندرج ہے حدیث نبوی نہ کہنا چاہیئے بلکہ ان اصول ہفتگانہ سے امتحان کرنا لازم ہے۔ اگر اس میں بھی وہ ٹھیک اور پوری اترے اس وقت اس کی نسبت حدیث نبوی ہونے کا ظن غالب کہنا چاہیئے کیونکہ اس امتحان کے بعد بھی اس سبب سے کہ اس حدیث کی

روایت ہی اس قسم کی ہے جس سے حدیث نبوی ہونے کا ثبوت نہیں ہے اس حدیث کو بالجزم اور بالیقین حدیث نبوی نہیں کہہ سکتے۔[1]

معترض کے اس قانون میں دو وجہ سے کلام ہے۔

اول یہ کہ جو اصول ہفتگانہ امتحانِ حدیث کے اس قانون میں بیان کئے گئے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں بلکہ سراسر غلط و مغالطات آمیز ہیں جس کا بیان بعد بیان وجہ دوم ہوگا۔

وجہ دوم یہ کہ اگر ان اصول کو صحیح مان لیا جاوے تو بھی ان سے امتحان حدیث صحیح ممکن نہیں۔

اصول درایت اور اصول روایت میں فرق اس لئے کہ یہ اصول درایت ہیں (جن سے معانی صحیح یا غلط کی پہچان ہو سکتی ہے) اصولِ روایت نہیں ہیں (جن سے الفاظ حدیث کی تصحیح ہو سکے) یعنی ان اصول سے صرف اس قدر معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں مضمون اچھا یا سچا نفس الامر اور واقعات تاریخی یا قرآن کے موافق ہے اس لئے ممکن ہے کہ وہ مضمون آنحضرت نے فرمایا ہو، یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ مضمون ضرور آنحضرت نے فرمایا ہو کیونکہ مضمون کی اچھائی اور سچائی سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضرور آنحضرت نے فرمایا ہو، یہ ہو تو چاہیئے کہ جو کلام واقعی اور نفس الامری آنحضرت کی طرف منسوب کیا جاوے وہ آنحضرت کا کلام بن جاوے گو آنحضرت نے نہ فرمایا ہو جیسے کسی کا یہ کہنا قال رسول اللہ صلعم السماء فوقنا والارض تحتنا ۔ والانسان حیوان ناطق ۔ والسقمونیا مسہل ۔ الی غیر ذلک مما لم یثبت عن رسول اللہ صلعم (یعنی آنحضرت نے فرمایا ہے آسمان ہمارے اوپر ہے زمین ہمارے نیچے ہے۔ انسان حیوانِ ناطق ہے سقمونیا دست آور ہے اس قسم کے اور اقوال جو آنحضرت سے ثابت نہیں) اور یہ بات نہ صرف عام مسلمانوں کے برخلاف ہے بلکہ خود معترضین کے خیال و مقال کے بھی مخالف ہے چنانچہ معترضین کے چیئرمین (آنریبل سید احمد خاں) نے تبیین الکلام میں صاف کہا ہے کہ

"ہم صحت عبارت کے وقت مطلق اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ ہمارے یا دوسرے شخص کے عقائد مسلمہ کیا ہیں بلکہ ہم دو مختلف عبارتوں میں اس عبارت کو اصل قرار دیتے ہیں جو ایک پرغور امتحان پر ہم کو اصل ثابت ہوا اور پھر اس کے بموجب جو اعتقاد برآمد ہو

---

[1] مضامین تہذیب الاخلاق صفحہ ۲۳ جلد دوم (رحیق)

اس کو اختیار کرتے ہیں[1]۔"

اس قول میں (گو یہ انجیلوں کی مختلف عبارت کی بابت ہے) صاف اقرار ہے کہ لفظی تصحیح معنوی تصحیح سے مقدم ہے اور تصحیح الفاظ کے وقت معنی و مضمون کو ہرگز نہیں دیکھا جاتا۔ پہلے معانی سے قطع نظر کر کے صحت الفاظ کو دیکھا جاتا ہے جب صحت الفاظ ثابت ہو تو پھر جو مضمون و مطلب ان الفاظ سے برآمد ہو اس کو قبول کیا جاتا ہے۔

اپنے مقرر کردہ اصول سے انحراف | ان اصول میں معترضین نے خود اس بات کا لحاظ نہیں کیا بلکہ تصحیح احادیث کے لئے ایسے اصول وضع کئے جن سے صحتِ الفاظ کا پتہ نہیں لگتا کیونکہ ان اصول سے تو غیر حدیث کا حدیث نبوی بن جانا بھی ممکن ہے۔ لہذا یہ اصول صحیح مان لینے پر بھی امتحانِ حدیثِ صحیح کے لئے کافی و کارآمد نہیں ہیں وجہ اول کی تفصیل ہم کسی اور موقع پر کریں گے۔ اس مقام پر اجمالی طور پر ان اصول ہفت گانہ کے اغلاط و مغالطات کو بیان کرتے ہیں۔

اصل اول اور ششم میں یہ غلطی و مغالطہ ہے کہ ایک حدیث صحیح کو قرآن یا دوسری حدیث صحیح کے مخالف سمجھنا سمجھنے والی کی غلط فہمی ہے اور حقیقت میں نہ کوئی حدیثِ صحیح مخالفِ قرآن ہوتی ہے نہ مخالف دوسری احادیث صحیحہ کے۔ مخالف سمجھنے والا اس حدیث کے ایسے معنی کرتا ہے جو قرآن اور دوسری احادیث کے مخالف معلوم ہوتے ہیں حالانکہ درحقیقت اس کے معنی اور ہوتے ہیں جو قرآن اور احادیث کے سراسر مطابق ہوتے ہیں۔ اس کی کسی قدر تفصیل و تمثیل بضمن جواب اعتراضات چہارم و پنجم عیسائیوں کے گذر چکی ہے[2] اور اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۳ کے صفحہ ۱۷۵ میں اس کی پوری تفصیل و تائید ہے جہاں خدا کے ہاتھ وغیرہ صفات کا اصول تقدس کے مخالف نہ ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ اس صورت میں مخالفِ قرآن یا احادیث صحیحہ اس شخص کا اپنا فہم و خیال ہوا نہ کوئی حدیث صحیح۔ وبناءً علیہ یہ اصول (اول و ششم) غلط و خیالی ہوئے نہ صحیح اور واقعی۔ اسی نظر سے سلف آئمہ اہلسنت نے کہہ رکھا ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی (یعنی اس کی مفسر و مبین ہے) اور احادیث نبویہ آپس میں بھی ایک دوسرے کی مصدق و مبین ہیں۔ ان میں کوئی خلاف و تناقص نہیں ہے۔

[1] تبیین الکلام تو اس وقت مل نہیں سکی لیکن خود مولانا مرحوم نے تبیین کی یہ عبارت رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد پنجم کے صفحہ ۱۰۵ پر نقل فرمائی ہے۔ (رحیق) [2] دیکھئے رحیق ص ۱۳۱ بابت ماہ جنوری ۱۹۵۷ء۔

اس بات کی تفصیل ہمارے ضمیمجات سنہ نمبر ۱۰-۱۱-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶ وغیرہ میں ایسے طور پر ہوئی ہے کہ سوائے ان پرچوں کے اور کہیں ایسی تفصیل ہم نے نہیں دیکھی[1]

اور جو معترض نے اپنے خیال کی تائید میں حضرت عائشہ رضؓ کے فعل سے تمسک کیا ہے وہ بھی مغالطہ سے خالی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے یہ عام اصول و قانون مقرر نہیں کیا اور معترضین کی طرح بطور درایت نہیں فرمایا کہ جو حدیث قرآن کے مخالف ہوگی وہ اس مخالفت قرآن کے سبب قبول نہ کی جاوے گی بلکہ انہوں نے خاص ایک محل میں حدیث سماع موتیٰ کے راوی کی بھول تجویز کر کے اس کی بات کو رد کیا ہے اور بطور روایت فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ نے یہ نہیں کہا کہ قلیب بدر کے مردے سنتے ہیں بلکہ یہ فرمایا ہے کہ

انما قال انھم لیعلمون الان	وہ اس وقت جانتے ہیں کہ جو میں ان کو کہا کرتا تھا
ان ما کنت اقول لھم حق۔ ثم قرأت۔	وہ حق ہے پھر اس روایت کی تائید میں آیت قرآن کو پیش کیا
وما انت بمسمع من فی القبور۔ (صحیح بخاری)	چنانچہ صحیح بخاری میں صفحہ ۵۶۷ وغیرہ اس مضمون کی حدیث موجود ہے

ایسا ہی حضرت عمر رضؓ وغیرہ سے خاص مواضع پر بعض احادیث کو رد کرنا پایا گیا ہے وہ بھی نہ اس عام قاعدہ میں تھا کہ جو حدیث قرآن کے مخالف ہو وہ مردود ہے بلکہ خاص راوی کی بھول و نسیان تجویز کرنے اور اس کے بیان کو بحکم اصول روایت صحیح نہ ماننے سے تھا۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ جن صحابہؓ نے بعض احادیث کو بمقابلہ ظاہر قرآن نہیں مانا۔ انہی صحابہؓ نے کئی احادیث معارض ظاہر قرآن کو (جن کو اصول روایت کے مطابق پایا) ان لیا ہے اور اگر ان کے نزدیک ظاہر قرآن کے مقابلہ میں احادیث کو رد کرنے کا عام قاعدہ ہوتا تو وہ ان احادیث کو کیوں مانتے۔

اس قسم کی احادیث کی تفصیل و تمثیل بھی ہمارے ان ہی ضمیمجات میں موجود ہے۔ ناظرین ان ضمیمجات کی طرف مراجعت فرما دیں گے تو انشاء اللہ عجیب حظ پاویں گے[2]

اصل دوم میں یہ مغالطہ ہے کہ معترضین (ان اصول کے واضعین) نے معرفت حقیقت اشیاء کا

---

[1] اس مقالے کی اشاعت کے کئی سال بعد اشاعۃ السنۃ ص ۲۰۲ جلد ۱۴ میں بھی آپ نے یہ بحث مدلل ذکر فرمائی ہے (رحیق)

[2] حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق چند مثالیں اشاعۃ السنۃ ص ۲۱۳-۲۱۶ نمبر ۷ جلد ۱۴ میں مرزائے قادیانی سے مباحثہ لودیانہ کے ضمن میں بھی مولانا رحمہ نے ذکر کی ہیں جسے آئندہ کبھی ہم ہی شائع کر دیں گے انشاء اللہ

(رحیق)

کوئی آلہ یا پیمانہ نہیں بتایا جس سے واقعی حقیقت اشیا معلوم ہو۔ اس میں ہر ایک کو گنجائش ہے کہ ہر چیز کی حقیقت جو چاہے سو ٹھہرا لے۔ پھر جس حدیث کو اس اپنے قرارداد کے مخالف پاوے اس کو وضعی حدیث قرار دے۔ چنانچہ حضرات نیچریہ آسمان و جن و ملائکہ و دوزخ و بہشت کی حقیقتیں اپنے خیال سے کچھ کچھ بناتے ہیں۔ پھر جن احادیث کو ان خیالی حقائق کے برخلاف پاتے ہیں ان کو وضعی و جعلی بتاتے ہیں لہذا پہلے معترضین یہ بتادیں کہ حقائق اشیاء کیا ہیں اور ان حقائق کے علم کے لئے (خصوصاً علم حقائق ان اشیائے کے لئے جن کے وجود سے صرف شارع نے خبر دی ہے) وحی الہام الٰہی کے سوائے اور کون سا آلہ ہے جس میں کسی کو کلام نہ ہو۔ پھر ان حقائق کو پیمانہ صحت حدیث مقرر کریں۔ قبل تعیین و تصفیہ حقائقِ اشیاء ان حقائق کا پیمانہ صحتِ حدیث ہونا ممکن نہیں اور اصل دوم جن میں ان حقائق کو پیمانہ ٹھہرایا گیا ہے مسلم نہیں۔

یہی مغالطہ اصل سوم میں ہے اس میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ جس تاریخ کو صحتِ حدیث کا پیمانہ ٹھہرایا گیا ہے وہ کون سی تاریخ ہے۔ متفق علیہ یا مختلف فیہ تاریخ اہل مذاہب (مسلمانان یہود۔ نصاریٰ) یا تاریخ ملحدانِ لامذہب یا تاریخ با اسناد یا بلا اسناد اس میں بھی ہر ایک کو گنجائش ہے کہ صرف ایک قسم تاریخ کو معتبر سمجھے۔ اور جس حدیث کو اس تاریخ کے مخالف پاوے موضوع قرار دے چنانچہ حضرات نیچریہ گبن صاحب لامذہب کی تاریخ کو معتبر سمجھتے ہیں۔ اہل اسلام اور یہودیوں کی تواریخ کو نامعتبر لہذا جس حدیث کو گبن یا نصاریٰ کی تواریخ کے موافق نہیں پاتے۔ گو اہل اسلام یا یہود کی تواریخ کے مطابق ہو قبول نہیں کرتے۔ ایک جنٹلمین نیچری سے بمقام شملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں گفتگو آئی۔ میں نے آنحضرتؐ کی نبوت پر آپ کی عمدگی تعلیم اور آپ کے امی ہونے سے استدلال کیا۔ نیچری صاحب نے آپ کے امی ہونے سے انکار کیا۔ میں نے امی ہونے کے ثبوت میں اسلامی تواریخ اور نصاریٰ کی ان تالیفات کا (جو انہوں نے آنحضرتؐ کے حالات زندگی میں جمع کئے ہیں) حوالہ دیا نیچری صاحب نے صاف فرمایا کہ اہل مذاہب کی تواریخ کو میں نہیں مانتا۔ گبن صاحب لامذہب کی تاریخ سے آپ کا امی ہونا ثابت کرو تو تسلیم کروں گا ـــــــ!

ایسے لوگوں کے سامنے اگر ان احادیث صحاح کو جن میں آنحضرتؐ کا امی ہونا مذکور ہے پیش کیا جائے گا تو وہ ان کو کب مانیں گے اور جب تک گبن صاحب کی تاریخ سے آپ کا امی ہونا ثابت نہ کیا جاوے

وہ ان احادیث کو موضوع ٹھہرانے میں کب توقف کریں گے لہٰذا اولاً تاریخ کی تعیین و تقرری دلیل سے ضروری ہے پھر ان کو حدیث صحیح کے لئے معیار ٹھہرانا مناسب ہے۔ بدوں تصفیہ و تقرری اس امر کی تاریخ کو معیار صحت قرار دینا غلطی ہے اور لوگوں کو مغالطہ اور جھگڑے میں ڈالنا۔

اصل چہارم و پنجم میں یہ غلطی یا مغالطہ ہے کہ معترضین نے بعض احادیث کے صرف بعض اشخاص سے مروی ہونے سے یہ نتیجہ نکال لیا ہے کہ یہ حدیثیں باوجودیکہ ان کے مضامین ربزعم راوی) مجمع عام میں واقع ہوئے اور وہ عام لوگوں کے متعلق تھے صرف ان ہی لوگوں کو معلوم تھے جنہوں نے روایت کی ہیں۔ ان کے سوائے اور ہزاروں اشخاص پر مخفی رہے ہیں مگر واقع میں صرف بعض اشخاص کی روایت سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ یہ صرف ان کے غلط خیال کا نتیجہ ہے کیونکہ ایک چیز کے علم کو اس کا روایت کرنا لازم نہیں۔ لہٰذا اس کی روایت نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جنہوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔ ان کو اس کا علم بھی نہ تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہر چند جو امر بہت لوگوں کے سامنے اور مجمع عام میں واقع ہوا ہو یا وہ عام لوگوں سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کا دیکھنا اور جاننا ان تمام لوگوں کے لئے ضروری ہے مگر اس دیکھنے اور جاننے کو یہ لازم و ضروری نہیں کہ وہ سبھی یا اکثر لوگ اس کو روایت بھی کریں اور نہ عام لوگوں کی روایت نہ کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ عام لوگ اس سے ناواقف و بے خبر تھے۔ ہزاروں اشخاص صدہا چیزیں دیکھتے اور جانتے ہیں مگر وہ سبھی یا اکثر ان سب چیزوں کو لوگوں کے پاس بیان و روایت نہیں کرتے۔ صرف بعض لوگوں کی نقل و بیان کو کافی سمجھ کر ان کے بیان و روایت سے سکوت کرتے ہیں۔ اس سکوت یا عدم روایت سے اگر کوئی یہ نتیجہ نکال لے کہ وہ چیزیں وقوع میں نہیں آئیں۔ وقوع میں آئیں تو سبھی یا اکثر لوگ اس کو روایت کرتے تو یہ اس کی غلط فہمی یا مغالطہ دہی ہے۔

ایسا ہی معترضین کا بعض احادیث کے صرف بعض اشخاص سے مروی ہونے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ وقوع میں نہیں آئیں۔ یا آنحضرتؐ نے نہیں فرمائیں، وقوع میں آتیں یا فرمائی جاتیں تو ضرور سبھی یا اکثر لوگوں سے مروی ہوتیں غلطی یا مغالطہ دہی ہے۔

اصل ہفتم کی بنیاد ان نیچری اصول پر ہے کہ خوارق و معجزات انبیاء علیہم السلام ثابت و ممکن الوقوع نہیں ہیں" اور خدا تعالیٰ کو نیچر کے بدلنے (آگ سے پانی کا اور پانی سے آگ کا کام لینے) کی قدرت

نہیں ہے" اور ان اصول میں جو اغلاط و مغالطات ہیں ان کو ہم اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۲ و نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۳ و نمبر ۸ جلد ۴ وغیرہ میں بہ تفصیل بیان کر چکے اور ثابت کر آئے ہیں کہ عجائبات (خوارق و معجزات) کا صدور خدا تعالیٰ سے ممکن بلکہ واقع ہے اور ایسے خوارق کا وجود اثباتِ نبوت کے لئے ایک عمدہ دلیل ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کی حدیثیں جن میں عجائبات و خوارق کا بیان ہو صحت و واقعیت کے مخالف نہیں ہے بلکہ موافق ہو سکتی ہے اور عجائبات و خوارق کا بیان حدیث یا صاحب حدیث کا مکذب نہیں ہوتا بلکہ مصدق و موید ہو سکتا ہے اور جو اس قسم میں آپ نے ان احادیث کو داخل کیا ہے جن میں تھوڑے عمل پر بہت ثواب یا سخت عذاب کا بیان ہو۔ اس میں آپ نے اس مغالطہ کا دام پھیلایا ہے کہ جس گناہ یا طاعت کو چاہا ہلکا اور تھوڑا ٹھہرا لیا (جیسے ٹخنے سے نیچے ازار پہننا۔ یا مردوں کے لئے سونے ریشم کا استعمال کرنا یا اشراق و چاشت کی نماز پڑھنا) پھر ان احادیث کو جن میں ان گناہوں یا طاعتوں پر عذاب یا ثواب وارد ہے موضوع بنا دیا لیکن انصاف کے رو سے مناسب یہ تھا کہ پہلے چھوٹے اور بڑے گناہوں اور طاعتوں کی حد بیان فرماتے۔ پھر اس قانون کو معیار صحت و سقم احادیث بناتے۔ جن لوگوں نے آپ سے پہلے یہ بات کہی ہے ان کے نزدیک چھوٹے اور بڑے گناہوں کی حد مقرر ہے اس لئے ان کے نزدیک یہ قاعدہ بآسانی معیار صحت و فساد و مضامین بعض احادیث ہو سکتا ہے جس میں کسی حدیث صحیح کا (جس میں کبائر پر سخت وعید اور سنن و مستحبات پر بہت بڑا ثواب وارد ہے۔ جیسے ٹخنے سے نیچے ازار رکھنے پر عذاب جہنم کی وعید اور مردوں کے لئے حریر و سونا پہننے پر محرومیٔ سونے و حریرِ بہشت کی وعید۔ اور نماز اشراق یا چاشت پر بہشت میں بالاخانہ بننے کا سوال) ابطال نہیں ہوتا۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ جو اصول ہفت گانہ آپ نے امتحان صحت حدیث کے لئے مقرر کئے ہیں سراسر غلط و مغالطات آمیز ہیں اور بیان وجہ اول صحیح ہے اور درجہ دوم میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان اصول کو صحیح مان لینے پر بھی ان اصول سے امتحانِ حدیث نبوی ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ اصول درایت ہیں اصولِ روایت نہیں ہیں۔ اخیر میں جو معترض نے کہا ہے ان اصول ہفتگانہ کے مطابق ہونے کی صورت میں بھی احادیث مذکورہ بالا ظن غالب صحیح ہوں گے نہ بالجزم والیقین یہ اسی ناواقفی پر مبنی ہے جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے کہ جزم یقین تو اقسام مذکورہ بالا کے سوائے

اور اخبار آحاد میں بھی نہیں ہوتا (بصیغہ حدثنا و اخبرنا و بلفظہ اور برفع صریح مروی کیوں نہ ہوں الیس ان اقسام میں (جن میں اکثر احادیث کو محدثین خود ضعیف و بے اصل سمجھتے ہیں اور ان میں حصول ظن غالب کے بھی قائل نہیں ہیں) جزم و یقین حاصل نہ ہونے پر کیا اعتراض ہے اور کس پر ہے؟ بالجملہ جو کچھ نیچریوں نے احادیث نبویہ پر اعتراض کئے ہیں وہ بھی ناتمام ہیں اور جو اپنی طرف سے قواعد تصحیح احادیث مقرر کئے ہیں، وہ بھی محل کلام ہا اور احادیث صحیحہ جس کو جمہور محدثین صحیح سمجھتے چلے آئے ہیں بلا اعتبار صحیح و ثابت و لائق احتجاج و استدلال ہیں۔ ان کی صحیح و لائق استدلال ہونے میں نہ نیچریوں کے اعتراض خلل انداز ہیں نہ عیسائیوں کے و للہ الحمد۔

استدراک اس بحث و بیان میں ہم نے نیچریوں کے اعتراضات کا جواب دیا اور ان کے اصول تصحیح روایت کو توڑا۔ پر یہ نہ بتایا کہ اصول صحیحہ تصحیح روایت کے کیا ہیں اور شرط یا علامت صحت حدیث کیا ہے؟ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ہمارے نزدیک باب تصحیح واسع ہے اور جس حدیث میں قال قال رسول اللہ صلعم آ جاوے وہ ہمارے نزدیک صحیح و لائق اعتبار ہے۔ ہمارا اعتقاد یہ ہرگز نہیں ہے اور تصحیح کا دروازہ ہمارے نزدیک ایسا وسیع نہیں ہے کہ اس میں ہر ایک قال قال رسول اللہ والی روایت کا داخل ہونا ممکن ہو۔

ہم اس باب میں جمہور محدثین سلف کے تحقیق پر اعتماد رکھتے ہیں اور بنا علیہ حدیث صحیح اور لائق عمل اسی حدیث کو سمجھتے ہیں جن میں شروط ذیل متحقق ہیں۔

اول راویوں کا عادل و ضابط ہونا دوم اس میں سلسلہ و اسناد کا متصل ہونا یعنی ایک راوی کا دوسرے سے سماع و لقا حاصل ہونا۔ سوم ان کی روایت میں کوئی چھپا عیب نہ ہونا (جیسے مرسل کو متصل کرنا اور موقوف کو مرفوع بنا دینا) یا کسی اور وجہ سے وہم کرنا۔ پھر ان شروط کی تحقیق و اثبات میں ہم صرف اپنے فکر و نظر پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ آئمہ محدثین سلف کی تحقیق و اجتہاد کو بھی دیکھ لیتے ہیں اس میں اندھے ہو کر محض مقلد نہیں بن جاتے۔ بلکہ ان کے فیصلہ کو ان کے دلائل سے مطابق پا کر ان کی اتباع کرتے ہیں۔ اسی تحقیق و تفتیش سے ہم ثابت و تحقیق کر چکے ہیں کہ جو حدیث صحیحین یا صحیح بخاری و صحیح مسلم یا ان میں سے کسی ایک میں ہو وہ بلا شبہ صحیح و لائق عمل ہے [1]

[1] اس موقع پر ہم قارئین کرام کو مشورہ دیں گے کہ وہ احادیث صحیحہ سے متعلق بحث مندرجہ حقیق التدبر شمارہ ۱۲۸ تا ۱۴۱ ایک نظر دیکھ لیں

اس کے بعد وہ حدیث صحیح ولائق عمل ہے جو ان کے سوا ہے اور کتب ملتزم الصحت میں پائی جاتی ہے۔ یا وہ حدیث جس کو کسی امام ناقد مبصر محقق نے صحیح کیا ہو اور اس میں بظاہر کوئی موجب ضعف نظر نہ آتا ہو۔ ان کے سوا ہے اور حدیث ان کتب کی جن میں صحت کا التزام نہیں صحیح و ضعیف و حسن سبھی اقسام کی حدیثیں ان میں پائی جاتی ہیں (جیسی سنن اربعہ جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ وغیرہ کی احادیث ہیں) ان کو ہم ہرگز لائق عمل و استدلال نہیں سمجھتے۔ جب تک کہ ان کی صحت بدلیل و شہادت آئمہ محدثین ناقدین ثابت نہیں کر لیتے —!

بقیہ صفحہ ۱۷۷

فی حق من ضحی بہٖ کے پیش نظر سزا تجویز فرماتے (اس لئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا)

اس تفصیل کے بعد بھی اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سنت نبوی کے خلاف کوئی نیا فیصلہ کیا تو اس کے پاس اس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے، یہ دعویٰ قطعی بے دلیل اور بے بنیاد ہے، غرض یہ کہ جو ارباب تذکرہ و مورخین اس کو اولیاتِ عمرؓ میں داخل کرتے ہیں، ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ حضرت عمرؓ نے کوئی نئی بات ایجاد کی، بلکہ اس سے ان کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے اس سنت نبوی کو قانوناً و عملاً نافذ کیا۔

نایاب کتابیں ۱۲/۲

صحیح بخاری شریف مترجم بین السطور فی پارہ ۲؍ روپے صحیح مسلم شریف مترجم معہ شرح نووی فی جلد ۸ روپے، ابن ماجہ شریف اردو کامل ۱۲؍ روپے۔ غنیۃ الطالبین کامل اردو ۱۰ روپے صرف ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر رسالہ ہیں آدمی مفت طلب کیجئے۔ اور یہ کتابیں آج ہی طلب فرما لیجئے موتی کتابیں بار بار نہیں چھپا کرتیں

ملنے کا پتہ

مکتبہ شعیب

بندر روڈ کراچی ۱

تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہل حدیث ۲/۳

اپنے موضوع پر ایک کامیاب ترین مقالہ ہے جسکا پیش لفظ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مدظلہ آف گوجرانوالہ کی قلم حقیقت رقم کی رہین منت ہے اور جسمیں نزاع مائدہ کو ٹلہ سے متعلق مولانا ابو الکلام آزاد کے فیصلے کو بھی نقل کر دیا گیا ہے مسلک اہلحدیث کی وضاحت اور تحریک جماعت اسلامی اس سے بنیادی اختلافات کو معلوم کرنے کیلئے یہ کتاب بالضرور مطالعہ فرمائیے۔ صفحات معہ ٹائیٹل ۱۳۲، ہدیہ ۱۲/۔ پاکستانی بھائی مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور سے طلب فرمائیں کہ آپ کے لئے اس میں آسانی ہے۔

ناظم مکتبہ اشاعت دینیات مومن پورہ بمبئی ۱۱